اسلامی تعلیمات اوراجارہ

مولانا محمد اطہر نعیمی سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل

اسلامی معاشرہ میں نظام معیشت کی نوعیت یا حیثیت کا تعین اسلامی نظریہ حیات ہی کی روشنی میں ممکن ہے اور یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اسلامی نظریہ حیات خالق کائنات اور محسن انسانیت نبی کریم ﷺ کے احکام وتعلیمات میں منحصر اورانہیں پر مدون ہے لہذا اسلامی نظام معیشت کی نوعیت بھی انہیں تعلیمات اوراسلام کے فلسفہ اخلاق کی رہین منت ہے۔اسلامی نظریہ حیات اورفلسفہ اخلاق کا مقصد اولین عصبیت کوختم کرتا ہے۔اس نظریہ حیات میں رنگ ونسل علاقائی وجغرافیائی حد بندیوں کی گنجائش نہیں، یہ فلسفہ اخلاق لسانی درجہ بندیوں اوراس کے فرق کی یکسرنفی کرتا ہے۔اس لئے اسلام کے معاشی نظام یاکسب معاش کے طرق وذرائع میں قبیلہ یا طبقہ کوفوقیت یاprivilege حاصل نہیں بلکہ اس کے برخلاف اسلام نے تمام بنی نوع انسان کودنیا کی نعمتوں سے استفادہ کا حق دیا ہے۔

اسلام نے انسان کواشرف المخلوقات کے منصب پرفائزفرماکر''ولقد کرمنا بنی آدم''کرامت کا تاج اس کے زیب سرفرمایااوراس کواس انعام کرامت سے سرفرازفرمایااوراس کی زندگی کا طرہ امتیاز''امر بالمعروف ونہی عن المنکر''قراردیااوریہ تعلیم کی حدتک نہیں بلکہ بندہ کومامورکیاگیاکہ اگرخطہ زمین پراقتدارواختیارحاصل ہوتوبندہ مومن کافریضہ یہ ہوگاکہ وہ اقامت صلوۃ واداے زکوۃ میں غفلت نہ کرے جس کااشارہ سورہ حج کی آیت ۴۰ میں کیا گیا ہے۔

حیات انسانی کے لئے مسبب الاسباب نے عالم اسباب میں معاش کوایک سبب قراردیااوراس سبب کوامر بالمعروف اورنہی عن المنکر سے مربوط کیایاآئینہ دارٹھہرایااورکتاب ہدایت میں متعددمقامات پراس کی تعلیم دی اس سلسلہ میں محسن انسانیت ﷺ کے اقوال واعمال عالم انسانیت کے لئے عموماً اورملت مسلمہ کے لئے خصوصارہبری اوردستگیری کرتے ہیں۔

اسلام نےکسب معاش کے لئے جوبنیادی اصول متعین کئے اور بندوں کواس کاپابندکیاوہ کسب کاحلال اورطیب ہوناہے اس لئے اسلامی تعلیمات کے مطابق رزق کے حلال ہونےکوبہت اہمیت حاصل

ہے۔آسانی کے لئے بہت سی چیزوں کی تخصیص کی گئی تا کہ حلال وحرام ممیّز وممتاز ہوجائیں۔

ذریعہ حصول رزق ، (پیشہ profession) کے مناسب اورغیر مناسب جائز وناجائز ہونے کے لئے شرائط وضع کردیئے گئے جس کی تائید سورہ مائدہ ۱۲ سے ہوتی ہے (جس میں رب کریم نے فرمایا''یقیناً اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے پختہ وعدہ لیااوران میں سے بارہ نقیب مقررفرمائے اوراللہ تعالی نے ان(بنی اسرائیل) سے فرمایا میں تمہارے ساتھ ہوں اگرتم ٹھیک طریقہ پرنمازاداکرتے رہے اورزکوۃ اداکرتے رہے اورمیرے رسولوں پرایمان لاکران کی مدد کرتے رہے اوراللہ تعالی کوقرض حسنہ دیتے رہے تو میں ضرورتم سے تمہارے گناہ دورکرکے تمہیں اس جنت میں داخل کروں گا جس میں نہریں جاری ہیں اورجس نے اسکے بعد کفرکیا(نافرمانی کی)وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا)۔

یہاں یہ عرض کرنا برمحل ہوگا کہ اسلام نے معاشرت'معیشت اورانسانی اقدار کے ہرمرحلہ پراخلاقیات کوبنیادی حیثیت دی ہے'چنانچہ اسلامی نظام معیشت میں عقیدہ اوراخلاقی اقدار کے تحت افراد کے لئے کسب معاش کے لئے ضابطے اورطریقے مقررفرمائے امورحصول معاش کی ذمہ داریوں کوپوراکرنے کے لئے شتر بے مہار کی طرح نہیں چھوڑا بلکہ ضبط ونظام کاپابندکیا تا کہ جسم اورروح دونوں کی پاکیزگی باقی رہے اورحلال وطیب کے اصول باقی رہیں۔جب معاشرتی قدریں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے جذبہ سے عاری ہوجاتی ہیں تومعاشرہ تباہی وبربادی کی جانب جانے لگتاہے حلال وحرام پاکیزہ وطیب کاامتیازختم ہوجاتا ہے اوریہی شرف انسانیت کے زوال کاباعث ہوتاہے۔

موجودہ دورجوترقیاتی (سائنس اورٹیکنالوجی کا)دورکہاجاتا ہے اورہرچیزکوجدیدیت کی نگاہ سے دیکھاجانے لگاہے اس میں معاشیات کوبھی جدیدوقدیم میں تقسیم کردیاگیاہے اورجدیدمعاشیات میں حصول رزق کوحصول دولت کہاجاتا ہے۔اسلامی معاشیات ہوں یاجدیداندازحصول رزق کچھ وہی اصول ہیں۔کیاپیداکیاجائے۔کس طرح پیداکیاجائے اورکس شے کوپیداکیاجائے لیکن توجہ طلب بات یہ ہے کہ اسلامی معاشیات نے حرام وناپاک چیزوں کےتعین کے بعدحصول رزق کی عام اجازت دی ہے۔

کس طرح پیداکیاجائے کے سلسلہ میں یہ کہاجاسکتاہے کہ یہ مسئلہ انفرادی ہے اوراس بارے میں یہ

کہنا کافی ہوگا کہ رزق کا حصول جائز طریقوں پر ہو۔ خواہ یہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر البتہ اگر حکومت اسلامی ہو تو اس کا فرض یہ ہے کہ وہ معاشرہ میں عدل وانصاف قائم کرے تاکہ کوئی شخص حصول رزق سے محروم نہ رہے۔

جہاں تک کس لئے پیدا کیا جانے کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں اگر کوئی شخص جائز طریقوں پر اپنی ضروریات سے زائد حاصل کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر پابندی نہیں۔ اسلام کے نظام معیشت میں درجات کی بھی کوئی حیثیت واہمیت ہے البتہ حق معیشت یا ذرائع معیشت ایک ہی طرح کے ہوں لیکن اہمیت اس بات کی ہے کہ حصول رزق کے اسباب سب کے لئے ہوں سورہ زخرف ۳۲ میں رب کریم نے فرمایا ان کے درمیان سامان زیست کو دنیاوی زندگی میں ہم نے خود تقسیم کیا ہے اور مراتب (درجات) میں بعض کو بعض پر ہم نے بلند کیا تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔

رب کریم کی عطا میں گوناگوں مصلحتیں اور حکمتیں ہیں کسی کو انعام وکرام سے نواز کر غنی کر دیا کسی کو استقامت کے مظاہرہ کے لئے فقر میں مبتلا کر دیا کوئی جسمانی صحت وتندرستی سے سرفراز ہوا تو کوئی فنی مہارت یا کسی ہنر میں ممتاز ہوا تو کسی کو ریاضی یا سائنس کی پیچیدہ گتھیوں۔ دقیق مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ملی۔ اگر سب لوگ کسی ایک ہنر میں ممتاز ہوتے تو نظام عالم میں توازن نہ رہتا اور اسباب معاش کے سلسلہ میں کیا کچھ کرنا نہ پڑتا۔ یا آسمان سے من وسلوی کا انتظار کیا جاتا۔ اسی لئے رب کریم نے اپنی حکمت کاملہ سے بعض لوگوں کو بعض امور میں صلاحیت دی تاکہ سب ایک دوسرے سے کام لے کر بزم ہستی کی رونق کا باعث بنیں، علامہ محمود آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا تاکہ بعض لوگ دوسروں سے مصلحت کے مطابق کام لیں مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں اور مختلف کاموں میں ان سے استفادہ کریں تاکہ سب مل کر آرام وراحت کی زندگی بسر کریں اور آسائش پر رسائی حاصل کریں۔ اس آیت کے علاوہ بھی رب کائنات نے حصول رزق یا ذریعہ معاش کے لئے متعدد مقامات پر ہدایات دی ہیں اب بندگان خدا اور افراد ملت مسلمہ کا فریضہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ کون سے طریقے شرعا اور اخلاقا درست ہیں اور کون سے نہیں۔

اسلامی معاشرتی تعلیمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے جن کا اس مضمون میں احاطہ ممکن نہیں اس مرحلہ پر صرف اجارہ کے بارے میں چند گزارشات پیش کی جاتی ہیں۔

☆ابسط وجہک للناس تکسب ودھم وألن لہم الکلام یحبوک وتواضع لہم یجلوک۔☆

اجارہ کی تعریف

اصطلاح فقہ اسلامی میں محنت مزدوری کرنے والے یا معاوضہ لے کر کام کرنے والے کو اجیر اور ان خدمات سے استفادہ کرنے والے کو متاجر کہا جاتا ہے۔ معاشرتی زندگی میں سب مل کر کام کرتے ہیں ایک دوسرے کی مدد کر کے اپنا حق المحنت وصول کر لیتے ہیں اس طرح کاروبار زندگی رواں دواں رہتا ہے اور انسان کے مدنی الطبع ہونے کا پتہ چلتا ہے اور یہ احساس ہوتا ہے کہ صحیح انسانی زندگی ایک دوسرے کے تعاون کے بغیر ممکن نہیں کیونکہ زندگی کے بہت سے مظاہر زبان' عادات' تمدن وثقافت وغیرہ یہ سب معاشرہ کے رہین منت ہیں اس لئے ہر فرد بھی معاشرہ کا مرہون منت ہوتا ہے۔ کسب معاش میں وہ تنہا کام کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ ان گنت ہاتھ اس کام میں کارفرما ہوتے ہیں البتہ انداز مختلف ہوتے ہیں تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہمیں اجارہ کے بارے میں سرسری جائزہ پیش کرنا ہے۔

جیسا کہ سابق سطور میں کچھ عرض کیا گیا ہے کسی کام کی تکمیل کے سلسلہ میں کسی کی خدمات حاصل کر کے اس کو حق المحنت کی ادائیگی اجارہ کہلائے گی۔ اجارہ میں بعض اوقات منفعت سے آگاہی ہوتی ہے مثلاً کپڑا سلوانے کے لئے سینے والے کی خدمات حاصل کی جاتی ہیں محنت اور حق المحنت واضح ہوتا ہے بعض اوقات محنت ومشقت سے کماحقہ آگاہی نہیں ہوتی صرف اشارات منفعت کا علم ہوتا ہے۔

شریعت اسلامی نے اجارہ کی اجازت دی قرآن کریم اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں واضح ہدایات ملتی ہیں۔ سفر ہجرت کے موقع پر سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفیق سفر جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کو جو راستوں کے بارے میں مہارت رکھتا تھا اور مسلمان بھی نہ تھا اس کو اجرت پر ملازم رکھا اور اس کو سواریاں سپرد کر کے تین دن کے بعد غار ثور پر آنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

اسلام معاشرتی زندگی میں اگر معاونت' ہمدردی رفاقت وغیرہ کے جذبات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ حقوق وفرائض کی ادائیگی اور حقوق العباد کو پورا کرنے کا اہتمام کراتا ہے جب اسلام نے اجارہ کی اجازت دی تو اس کے لئے شرائط مقرر فرمائیں تاکہ اجیر ومتاجر کے حقوق متعین

ہو جائیں اور طرفین کو کوئی شکایت پیدا نہ ہو ایک یہ کہے کہ تم نے مقررہ کام مکمل نہیں کیا تو مزدور کو یہ شکایت ہو کہ تم نے حق المحنت پورا ادا نہیں کیا۔ اس لئے اسلام نے یہ واضح ہدایات دیں کہ جب اجارہ پر کسی کی خدمات سے استفادہ کیا جائے تو اس کو مزدوری یا اجرت (حق المحنت) کے بارے میں پہلے سے آگاہ کیا جائے اور مزدوری کے تعین کے بغیر اس کی خدمات سے فائدہ حاصل نہ کیا جائے تاکہ بعد میں کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے عقد اجارہ متاثر ہو۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزدور سے اس وقت تک کام لینے سے منع فرمایا جب تک کہ اس کی مزدوری کا تعین نہ کیا جائے (احمد)

حقوق العباد کی پاسداری کے سلسلہ میں زور اس لئے دیا گیا ہے کہ معاشرتی زندگی میں استحصال کی نوبت نہ آئے موجودہ دور میں بیگار کا طریقہ رائج ہے ہر بالادست اپنے زیردست کو بیگار میں لگاتا ہے اور اس زیردست کو سوائے مشقت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اس بارے میں مسئلہ سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف بیگار و استحصال کی حوصلہ شکنی کے سلسلہ میں ایک حدیث پیش کرتا ہوں محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کائنات کا ارشاد ہے تین اشخاص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں خود مواخذہ کروں گا۔

(۱) جس نے میرے نام پر کسی کو پناہ دیکر اس کے ساتھ غداری (عہد شکنی) کی

(۲) جس نے کسی آزاد انسان کو فروخت کر کے اس کی قیمت کھالی

(۳) اور تیسرا شخص وہ ہے جس نے کسی شخص (مزدور) سے محنت و مشقت لے کر اس سے کام تو پورا لیا لیکن اس کی محنت و مشقت کا اجر (مزدوری) نہ دیا اور اس سے بیگار لی (مسلم)

اسلام معاشرتی زندگی میں عدل وانصاف کا بول بالا کرتا ہے وہ ایک طرف سب کو اجرت دینے کا درس دیتا ہے تو دوسری طرف اجیر کے حقوق کا تحفظ کرتے ہوئے اس کو دیانت داری کے ساتھ فرائض ادا کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو ہم نے کسی کام پر مقرر کیا اور اس کو اسکا حق المحنت بھی دیا لیکن اس کے باوجود بھی اس نے (مزدور تنخواہ دار نے) اس میں سے کچھ لے لیا تو یہ خیانت ہے یعنی مزدور یا تنخواہ دار نے مقررہ رقم سے زیادہ اجیر کی اجازت کے بغیر جو کچھ لیا وہ خیانت سمجھا جائے گا۔

اسلام نے اجارہ کی اجازت دیتے ہوئے اس کے لئے قواعد وضوابط تعلیم فرمائے اور یہ بتایا کہ اجارہ کے

☆من اعظم ابواب السعادة دعاء الوالدين فاغتنمه ببرهما ليكون لك دعاؤهم حصنا حصينا من كل مكروه. ☆

طور پر کسی کی خدمات حاصل کی گئیں تواس کے لئے لازم یہ ہے کہ وہ خودان خدمات کوانجام دے اوراپنی بجائے کسی دوسرے کوان خدمات کی ادائیگی کے لئے مقرر نہ کرے آج کل معاشرتی زندگی میں یہ بات عام ہے کہ کام کی انجام دہی کے لئے معاملات طے کئے جاتے ہیں اور بعد میں کام دوسروں سے لیا جاتا ہے اس طرح شکایات پیدا ہوتی ہیں اگر کسی کام کودیتے اوراس کوقبول کرتے وقت یہ بات طے کرلی جائے کہ کام دوسرے کاریگروں سے کرایا جائے گا اس طرح بعد میں منافقت کا خطرہ ٹل جائے گا۔

جس کام کے لئے کسی کی خدمات حاصل کی گئی ہوں تو آجر کا فرض یہ ہے کہ کام کی تکمیل پر اس کو(اجیرکو) فوراً اجرت دے دی جائے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ** یعنی مزدورکواس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دینی چاہئے اس کے علاوہ کسی کومزدوری پر متعین کرنے سے پہلے اس سے کام کی نوعیت اورشرائط سے آگاہ کردینا چاہئے ارشاد نبوی ہے **من استاجر اجیر افلیعلمہ اجرہ** یعنی مزدورکواس کے حق المحنت سے آگاہ کیا جائے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور پچھنے لگانے والے کواجرت دی۔

فقہاء احناف نے اجارہ کے سلسلے میں جوشرائط مقرر فرمائی ہیں اس میں اولین شرط یہ ہے کہ اجیر ومستاجر کے درمیان معاہدہ میں لفظ اجارہ کے ساتھ ایجاب وقبول ہواورکام کی اجرت کی ادائیگی اس کی تکمیل کے بعد ہوگی اگرکوئی محنت کش تکمیل کار سے پہلے اجرت طلب کرتا ہے تو اسکا یہ عمل درست نہیں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں **ولیس لقصار والخیاط ان یطالب بالاجرۃ حتی یتفرع من العمل لان العمل فی البعض غیر مستفع بہ فلا یستوجب الاجرتہ**

اجارہ کی اجازت نص قرآنی سے ثابت ہے **فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن** اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ والسلام کی خدمات سے حضرت شعیب علیہ السلام نے کئی سال استفادہ کیا جس کی منظرکشی قرآن کریم میں اس طرح کی گئی **یاابت استاجرہ ان خیرمن استاجرت القوی الامین** حضرت شعیب علیہ السلام نے معاملات طے کرتے ہوئے فرمایا **انی اریدان انکحک احدی ابنتی یاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشراً فمن عندک.**

مذکورہ سطور سے اجارہ کے بارے میں ثبوت وضوابط کا تذکرہ ہوا اجارہ کا دائرہ بہت وسیع ہے جس پرسب حاصلِ بحث ممکن نہیں یہاں صرف ایک شق پر مزید کچھ عرض کرنا ہے۔

مملکت خداداد پاکستان بنیادی طور پر زرعی ملک ہے آبادی کی اکثریت دیہاتوں میں اقامت

☆اقبل الناس علی ماھم علیہ وسامح مایبدو منھم واعلم ان ھذہ شیی منقالہ فیی الناس والحیاۃ.☆

گزیں ہے، جن کی معاشی ضروریات زراعت سے پوری ہوتی ہیں لیکن اس ملک میں (میری معلومات کے مطابق) زراعت کو صحیح خطوط پر نہیں اپنایا گیا۔ وہ خطہ جو ماضی میں اتنا غلہ پیدا کرتا تھا جو نہ صرف ملکی ضروریات کے لئے کافی ہوتا تھا بلکہ فاضل غلہ برآمد کیا جاتا تھا گو اس دور میں نہ وہ تو جدید انداز سے کاشت کی جاتی تھی نہ جدید مصنوعی کھاد استعمال ہوتی تھی۔ آج اس علاقہ میں پیدا ہونے والا غلہ کہاں جاتا ہے؟ ہماری غیر ذمہ داری اور بے حسی کا عالم تو یہ ہے کہ غلہ ہی نہیں بلکہ دوسری غذائی اشیاء حتیٰ کہ آلو پیاز مرچ وغیرہ درآمد کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ بات جملہ معترضہ کے طور پر آ گئی یہ موضوع گفتگو نہیں البتہ یہ جائزہ لینا ہے کہ ملک کی بہت سی زرعی زمینیں سیم وتھور کی وجہ سے نا قابل زراعت ہو گئیں البتہ محنت کر کے انہیں قابل زراعت بنایا جا سکتا ہے۔ بعض قطعات اراضی اس لئے افتادہ پڑی ہیں کہ ان کے مالک اتنی وسیع وعریض زمینوں پر نہ خود کاشت کر سکتے ہیں نہ یہ گوارہ کرتے ہیں کہ اپنی زمینیں غریب، بے زمین کاشتکاروں کو کرایہ پر دے دیں تا کہ وہ ان زمینوں پر محنت کر کے خود بھی فائدہ حاصل کریں اور زمین کے مالک کو بھی فائدہ ہو گو بعض زمیندار ملازموں کے ذریعہ کاشت کراتے ہیں بعض بٹائی پر دے دیتے ہیں لیکن اس سے پورا فائدہ نہیں ہوتا اگر اجارہ کا طریقہ عام ہو جائے اور بے زمین کاشتکار کرایہ پر زمین حاصل کر کے کاشت کرے تو اس سے کاشتکار اور زمیندار کو تو فائدہ حاصل ہو گا ہی لیکن ملکی ضروریات بھی پوری ہوں گی۔ یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ آبادی میں اضافہ کی وجہ سے صارفین میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وسائل میں بھی اضافہ ہوا ہے ٹریکٹر اور مصنوعی کھاد اور جدید ریسرچ سے غلہ کی اقسام بھی تلاش کی گئی ہیں۔

مزارعت میں اجارہ کی حیثیت امداد باہمی کی سی ہے اس میں فریقین اس قطعہ زمین سے استفادہ کرتے ہیں ایک کرایہ ادا کر کے حق المحنت حاصل کرتا ہے جبکہ دوسرا فریق اپنی زمین کا کرایہ حاصل کرتا ہے اس اجارہ میں بھی وہی صورتیں اور امور ملحوظ ہوتے ہیں جو مزارعت میں ہیں البتہ یہ معاملہ یا معاہدہ اس وقت درست ہو گا جبکہ فریقین کی کسی حالت میں حق تلفی نہ ہوتی ہو اور کوئی بات ایسی نہ ہو جو باہمی نزاع وفساد کا سبب بنے۔ اسلامی معاشرتی زندگی اور انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ جس کے پاس فاضل زمین ہے اس کو چاہئے کہ جس بھائی کے پاس زمین نہ ہو اور نہ کوئی ذریعہ معاش اور زمین بھی کاشت کے بغیر پڑی ہو تو وہ زمین کرایہ پر دے دے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے زمین کے افتادہ اور بلا کاشت بے مصرف پڑا رہنے سے تو یہ بہتر ہے کہ اس کو کرایہ پر دے دیا جائے۔ صاحب شرح

معانی الاثار فرماتے ہیں حضرت رافع بن خدیج سے دریافت کیا گیا سونے چاندی کے عوض زمین کو کرایہ پر دینا جائز ہے تو انہوں نے جواب دیا اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مشہور محقق و عالم حضرت شاہ ولی اللہ صاحب مسوی شرح مؤطا میں تحریر فرماتے ہیں عام اہل علم کا مسلک یہ ہے کہ دراہم ودنانیر (سکوں کے عوض) اوراس کے علاوہ جو مال کی اقسام ہیں ان سب کے عوض زمین کو کرایہ پر لینا اور دینا جائز ہے۔ گزشتہ سطور میں زراعت کے لئے زمین کو اجارہ پر لینے یا دینے کے بارے میں کچھ کہا گیا ہے اس سلسلہ میں چند باتیں اور پیش کی جارہی ہیں۔

اگر کوئی شخص کسی کی زمین کرایہ پر حاصل کرنا چاہئے تو مالک زمین کو پہلے یہ بتائے کہ اس زمین پر کیا کاشت کرے گا تا کہ بعد میں تنازعہ پیدا نہ ہو اگر کسی نے زمین کو کرایہ پر لینے سے پہلے یہ نہ بتایا کہ وہ اس کی زمین میں کس چیز کی کاشت کرے گا تو یہ بھی نہ کہا کہ وہ زمین پر اپنی مرضی کی چیز کاشت کرے گا تو اس لاعلمی کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گا۔

اگر کسی شخص نے زمین کرایہ پر لی اور کسی آفت کی وجہ سے کھیتی تلف ہوگئی یا سیلاب کی وجہ سے تباہ ہوگئی اگر دوبارہ اس موسم میں اس زمین پر بوائی ہوسکتی ہے تو کرایہ دار پر کرایہ لازم ہوگا ورنہ صرف اس مدت کا کرایہ لازم ہوگا جب تک زمین پر کھیتی موجود تھی بعد کے عرصہ کا نہیں۔ معاملہ کی درستی اسلامی معاشرتی زندگی کے بنیادی اصول ہیں اور اسلام معاملات میں کسی قسم کی بے ضابطگی گوارا نہیں کرتا چنانچہ اجارہ کے معاملات میں بنیادی عنصر یہی کارفرما ہے کہ یہ معاملہ موجب فساد نہ ہو۔

جیسا کہ میں نے گزشتہ سطور میں عرض کیا اجارہ کا دائرہ وسیع ہے اس میں مکان' زمین' سواری خواہ وہ ذی روح ہو یا مشینی اگر کرایہ پر کام کی تکمیل کے لئے کسی عوض پر لی جائے تو یہ اجارہ میں شامل ہوں گی' اس طرح نوکری' مزدوری' کاری گری' کرایہ داری وغیرہ اجارہ کے زمرے میں آتے ہیں درآں حالانکہ روزمرہ کی زبان میں انہیں میں سے بعض کو ٹھیکہ کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اگر اپنی ملکیت پر اپنی محنت کی بجائے معاوضہ لیا جائے تو اس سلسلہ میں یہ بات قابل لحاظ ہوگی کہ اجیر مستاجر کی ماتحتی میں کام نہ کرے اگر اجیر اپنے گھر وہ کام کرتا ہے تو اس کو کاریگری کہا جائے گا۔ اور اگر اجیر مستاجر کی ماتحتی میں کام کرتا ہے تو اس میں بعض صورتیں ملازمت اور بعض مزدوری کی ہوتی ہیں۔

سابق صفحات میں حضرت شعیب وحضرت موسی علیہما السلام کے باہمی معاملات کے بارے میں سورہ قصص کی آیات کے بارے میں کچھ لکھا جا چکا ہے ان آیات سے یہ چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں:

☆ عش حياة البساطة وإياك والرفاهية والإسراف والبذخ فكلما ترفه الجسم تعقدت الروح. ☆

(۱) نوکری دلانے میں اہل، قوی وامین شخصیت کی نشاندہی (۲) نوکر کی حیثیت غلام یا ایسے خدمت گزار کی نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ آج کل معاشرہ میں دیکھا جاتا ہے۔ (۳) اجیر ومستاجر کے درمیان خدمت اور حق محنت کا معاہدہ غیر مبہم اور واضح ہے (۴) لازمی اور اختیاری شرائط کا اس معاہدہ میں طے ہونا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس معاہدہ کے وقت تک اعلان نبوت نہیں کیا تھا ایسی حالت میں آپ کا ملازمت کرنا اس امر کا غماز ہے کسی مزدوری یا ملازمت کے ذریعہ معاش حاصل کرنا باعث تحقیر نہیں بلکہ محنت کر کے کسب حلال حاصل کرنا مستحسن ہے۔ (۵) موسیٰ علیہ السلام نے معاہدہ کی تکمیل کے سلسلہ میں عبارۃ وصراحۃ ذلک بینی وبینک فرما کر معاہدہ کی تکمیل کا وعدہ فرمایا۔

اجارہ کے سلسلہ میں یہ امر نا درست نہیں بلکہ قابل عمل بھی ہے اور مشروع بھی کہ محنت ومشقت کا اجر حاصل کیا جائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معیت میں جب حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کی مرمت فرمائی اور معاوضہ نہ لیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا لو شئت لاتخذت علیہ اجرا (الکھف ۷۷)

اجارہ کا دائرہ وسعت کا حامل ہے اور اس کے لئے ضخیم کتاب درکار ہے سر دست محنت ومشقت کرنے والوں کی حیثیت کیا ہے اور انہیں کیا حق محنت ملتا ہے اور ان کا حق کیا ہے۔ تنگی معاش سے ستائے مزدوروں کو کمیونزم میں ہی پناہ نظر آتی ہے اور اس فتنہ سے سرمایہ دار ہی نہیں بلکہ جمہوری اور دستوری حکومتیں جو اپنی ہیئت کذائیہ کے اعتبار سے نظام سرمایہ داری کی محافظ ہیں پریشان نظر آتی ہیں۔ دوسرے ممالک میں کیا ہو رہا ہے اس سے صرف نظر کرتے ہوئے پاکستان کے سرمایہ دار مطمئن ہیں کہ پاکستان میں کمیونزم کی لعنت فروغ نہیں پاسکتی کیونکہ پاکستان کا مسلمان غربت وافلاس کے باوجود دین وملت سے بغاوت نہیں کرسکتا پیٹ کی خاطر دین وایمان کو داؤ پر نہیں لگا سکتا سوچنے کی بات یہ ہے جس قوم پر افلاس ہوتا ہے تنگ دستی گھیرتی ہے تو جسمانی صلاحیتیں اور روحانی قابلیتیں اکثر وبیشتر ماؤف ومعطل ہوجاتی ہیں اور جو قوم معاشی بدحالی کا شکار ہوتی ہے اس پر دین ودنیا کی ترقی کی راہیں مسدود ہوجاتی ہیں ان کا اخلاق بگڑتا ہے۔ جھوٹ فریب، مکر وعدہ خلافی، خوشامد، چاپلوسی، بے حیائی، گداگری، عصمت فروشی، چوری ڈکیتی، نقب زنی اور اسی قسم کے صدہا جرائم اکثر تنگ دستی اور افلاس کے نتائج کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر ملت مسلمہ کی معاشی الجھنوں کو نہ سلجھایا گیا تو یہ عمل نہ صرف دور اندیشی کے خلاف ہوگا بلکہ عقل کے صحیح استعمال کے خلاف بھی۔ یہاں یہ تذکرہ بے محل نہ ہوگا کہ اب کمیونزم کا طلسم اپنے اثرات ختم کر رہا ہے اور ان علاقوں کے

بسنے والوں کا شعور بیدار ہونے لگا ہے کہ اگر کمیونزم تقسیم دولت میں مساوات کا حامل ہے تو اس کی یہ حدود اسلام کی سرحدوں سے ملتی ہیں اور اگر کمیونزم میں عادلانہ اور مساویانہ نظریہ ہے تو وہ کلمۃالحکمۃ ضالۃالمومن. کے مطابق مسلمانوں کا گم گشتہ سرمایہ ہے جو دوسروں کو مل گیا ہے۔

ہمارے معاشرہ میں مزدور یا ملازم طبقہ کو ان کی محنت کے مطابق معاوضہ نہیں ملتا ان کی محنت و مزدوری سے سرمایہ دار زیادہ فائدہ حاصل کرتا ہے جو عدل و مساوات کے خلاف ہے اسلام اپنے ماننے والوں کو قول و عمل کی ہم آہنگی کا درس دیتا ہے اور اس پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے قرآن فرماتا ہے (لم تقولون مالاتفعلون کبرمقتاعنداللہ ان تقولوامالاتفعلون) ضرورت اس امر کی ہے کہ احکام اسلامی پر عمل پیرا ہو کر ایسی معاشرتی زندگی کی تشکیل کی جائے جس میں اجیر و مستاجر کے حقوق کی رعایت ہو اور مزدور اپنی محنت کے مطابق معاوضہ حاصل کرے کیونکہ مزدور خوش دل کند کار بیش اگر مزدور خوش حال ہوگا تو امن و سکون کی فضا بحال ہوگی اور ملک خوشحال ہوگا اور یہی اسلامی معاشرتی زندگی کا مقصود ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق کو ادا کرے اور اس کے حقوق کو ادا کیا جائے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ماضی میں نظام معیشت کے سلسلہ میں بہت کام کیا اور بہت سی قابل عمل سفارشات مرتب کیں لیکن انہیں درخور اعتناء نہ سمجھا گیا اور وہی فرسودہ نظام مختلف انداز میں آج بھی جاری ہے ضرورت تو اس امر کی تھی کہ قوانین کو فوری طور پر تبدیل کیا جاتا اور اگر ایسا ممکن نہ تھا تو بتدریج ایسا کیا جاتا اور طریق کار میں اصلاح کی جانب توجہ دی جاتی تا کہ معیشت کو اسلام کے احکام کے تحت چلانا ممکن ہو سکتا۔

یہاں یہ بات بھی لائق توجہ ہے کہ اسلامی معیشت کو بروئے کار لانے میں ایک بنیادی عنصر اخلاقیات کا ہے کہا یہ جاتا ہے کہ معاشیات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں یہ تصور غلط اور احمقانہ ہے۔ اسلام کے نظام معاش میں حقوق و فرائض اور اخلاقیات اہمیت کے حامل ہیں اور اخلاقیات کا تو چولی دامن کا ساتھ ہے اور اس کو اخلاقیات سے جدا نہیں کیا جا سکتا ایک ماہر معاشیات نے تو ایک بہت عمدہ اور دل لگتی بات کہی ''کسی دیوار میں کوئی کیل بھی تو اخلاقیات کے بغیر نہیں ٹھونکی گئی اور آپ کہتے ہیں کہ اخلاقیات کو معاشیات سے یکسر نکال دیا جائے۔ اسلام کے فلسفہ اخلاق کو اپنانے والا معاشی زندگی میں کبھی بے راہ روی کا شکار نہیں ہوتا اس کے ذہن میں دنیاوی فلاح اور اخروی نجات کا تصور اجاگر رہتا ہے اس کے مدنظر یہ بات ہوتی ہے کہ معاش کا رخ معاد کی جانب ہوتا ہے اور یہ وہ امور ہیں کہ جن کی وجہ سے حقدار کو اس کا حق دینے میں پس وپیش نہیں کرتا۔

☆وزع الاعمال ولا تجمعها فی وقت واحد بل اجعلها فی فترات وبینها اوقات للراحة لیکون عطاؤك جیدا.☆